تعارف

شیخ الاسلام
امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ[1]

کتاب ہذا[2] کے مؤلف[3] کا شجرہ نسب یوں ہے۔

عبد الرحمٰن بن کمال ابو بکر بن محمد بن سابق الدین ابن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابو الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن شیخ ہمام الدین خضیری اسیوطی:

میں[4] نے کتاب ھذا میں اپنے تعارف کو ما قبل محدثینِ کرام کی روش پر چلتے ہوئے لکھا ہے کیونکہ اکثر مؤرخین نے اپنی تاریخی تصانیف میں ذاتی حالات

1۔ شیخ الاسلام امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حُسْنُ الْمَحَاضَرَةِ فِيْ تَارِيْخِ مِصْرَ وَالْقَاهِرَةِ" میں مجتہدین کے ذیل میں اپنے ذاتی حالات بھی تحریر کیے ہیں، ہم افادۂ عام کے لیے من وعن اسی کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔
(حسن المحاضرۃ للسیوطی ۱/ ۳۴۴۔۳۳۵، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

2۔ یعنی حسن المحاضرۃ۔

3۔ امام جلال الدین سیوطی۔

4۔ امام جلال الدین سیوطی۔

وکوائف بھی مندرج کیے ہیں، مثلاً امام عبد الغافر الفارسی نے "**تاریخ نیشاپور**" میں یاقوت الحموی نے "**معجم الادباء**" میں لسان الدین ابن الخطیب نے "**تاریخ غرناطہ**" میں حافظ تقی الدین الفارسی نے "**تاریخ مکہ**" میں حافظ ابو الفضل ابن حجر نے "**قضاۃ مصر**" میں اور ابو شامہ نے "**الروضتین**" میں ذاتی حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔

یہ تمام حضرات نہایت متقی پرہیز گار گزرے ہیں، لہٰذا اِن حضرات کی پیروی کرتے ہوئے میں بھی اپنے ذاتی حالات لکھ رہا ہوں۔

میرے جد اعلیٰ ہمام الدین بلند پایہ اہل حقیقت اور مشائخ طریقت میں سے تھے، ان کے بارے میں تفصیلی کلام[5] صوفیائے کرام کے باب میں آئے گا۔

میرے آباء واَجداد صاحب وجاہت وریاست تھے، ان میں سے کچھ حضرات تو اپنے شہروں کے حاکم گذرے ہیں اور کچھ حاکمین زمانہ کے مشیران خاص۔ میرے بزرگوں میں سے ایک فرد امیر وقت کے مصاحب اور تاجر ہو گزرے ہیں، انہوں نے "**اسیوط**" میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا اور اس کے لیے کثیر جائیداد کو وقف کیا تھا، اسی طرح دیگر بھی کئی صاحب حیثیت افراد ہوئے ہیں، لیکن اپنے بزرگوں میں سے والد گرامی کے علاوہ میں کسی دوسرے کو نہیں جانتا جس نے علم دین کی خدمت کا حق ادا کیا ہو، والد گرامی کا تذکرہ[6] فقہاء شافعیہ کے باب میں آئے گا۔

5۔ کتاب حسن المحاضرۃ میں۔

6۔ کتاب حسن المحاضرۃ میں۔

ہمارے ناموں کے ساتھ جو ''خضیری'' کی نسبت استعمال ہوتی ہے، میں اس نسبت کے بارے میں نہیں جانتا، البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ ''خضرية'' بغداد کے ایک علاقے کا نام ہے۔

مجھے ایک نہایت قابل اعتماد شخص نے خبر دی کہ میں نے تمہارے والد گرامی سے سنا تھا کہ اُن کے جد اعلیٰ عجمی یا اہل مشرق سے تھے، شاید اسی وجہ سے محلہ مذکورہ کی نسبت استعمال ہوتی ہے۔[7]

میری[8] پیدائش ماہ رجب کے آغاز میں ہفتہ کے دن وقت مغرب کے بعد ۸۴۹ھ میں ہوئی، میری ولادت کے بعد مجھے والد گرامی کی زندگی میں ہی شیخ محمد مجذوب کی خدمت میں لے جایا گیا جو کہ **''مشہد نفیسی''** کے جلیل الشان اولیاء اللہ میں سے تھے، تو انہوں نے میرے لیے دعائے خیر و برکت فرمائی[9] اور میری پرورش حالت یتیمی میں ہوئی۔

میں نے آٹھ سال سے بھی کم عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا پھر درجہ بدرجہ کتاب العمدة، منهاج الفقه والاصول، کتاب الفيه ابن مالك، وغیرہ بھی یاد کر لیں اور پوری توجہ کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گیا۔

میری زندگی کا علمی سفر ۸۶۴ھ سے شروع ہوتا ہے۔ میں نے علم فقہ و نحو کو کثیر شیوخ و اساتذۂ کرام سے حاصل کیا، علم فرائض کو میراث کے یکتائے

7۔ یعنی شاید جد اعلیٰ کا ابتدائی تعلق اسی محلہ ''خضرية'' سے رہا ہو، بعد میں ہجرت کر کے مصر آگئے ہوں گے۔

8۔ امام جلال الدین سیوطی کی۔

9۔ کچھ عرصے بعد والد گرامی کے وصال ہو گیا۔

زمانہ عالم علامہ شہاب الدین شار مساحی سے حاصل کیا، جو کہ نہایت ضعیف العمر ہو چکے تھے اور ان کی عمر ایک اندازے کے مطابق سو سال سے متجاوز تھی، میں نے ان کی خدمت میں ''کتاب المجموع'' کی شرح کو پڑھا۔

مجھے ۸۶۶ھ میں عربی علوم کی تدریس کرنے کی اجازت مل گئی اور اسی سال سے میں تصنیف و تالیف کا بھی آغاز کر دیا، لہٰذا میری سب سے پہلی علمی کاوش ''شرح الاستعاذة والبسملة'' ہے۔ میں نے اسے لکھ کر اپنے استاد شیخ الاسلام علم الدین بلقینی کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے کرم فرماتے ہوئے اس پر تقریظ لکھ کر رونق بخشی۔

میں ان[10] کے وصال تک برابر علم فقہ میں ان سے استفادہ کرتا رہا، انتقال کے بعد ان کے بیٹے کی صحبت اختیار کر لی اور ان کی خدمت میں علم الدین بلقینی کی ''التدريب'' کو باب الوکالة تک پڑھا اور ''الحاوی الصغیر'' کا سماع کیا، نیز ''منهاج'' کی ابتداء سے کتاب الزکاة تک اور ''التنبيه'' کی ابتداء سے باب الزکاة تک ''الروضة'' کا کچھ حصہ، تکملۂ شرح المنهاج للزرکشی کا کچھ حصہ، باب احیاء الموات سے وصایا تک، وغیرہ کا سماع کیا۔ **انہوں نے ۸۷۶ھ میں مجھے باقاعدہ تدریس و افتاء کی اجازت عطا فرمائی اور میرے لیے مہر بھی تیار کروائی۔**

۸۷۸ھ میں ان کا وصال ہو گیا، تو میں نے شیخ الاسلام شرف الدین المناوی کی صحبت کو اختیار کر لیا اور ان کی خدمت میں رہ کر **''منہاج''** کا کچھ حصہ پڑھا، اسی طرح میں نے متفرق علوم کا سماع کیا، البتہ چند علمی مجالس مجھ سے رہ

10۔ علم الدین بلقینی۔

گئیں، میں نے ان کے علمی دُروس بکثرت سنے، جن میں "شرح البهجة" اور اس پر شیخ کا حاشیہ، تفسیر بیضاوی وغیرہ کے علمی دُروس شامل ہیں۔

حدیث اور علوم عربیہ کی تحصیل کے لیے میں نے شیخ امام تقی الدین شبلی حنفی کی سنگت وصحبت کو لازم کر لیا اور متواتر چار سال تک حاضر خدمت رہا۔ انہوں نے میری عربی کتابوں **"شرح الفیہ ابن مالک"** اور **"شرح جمع الجوامع"** پر تقریظ بھی لکھی، انہوں نے کئی مرتبہ زبان وقلم سے میرے رُسوخ علم کی گواہی دی۔

ایک مرتبہ تو خاص میرے ہی قول کی جانب رجوع فرمایا، بایں طور کہ انہوں نے شفاء شریف کے حاشیہ میں معراج سے متعلق ابی الحمرا کی حدیث کو تخریجاً امام ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا، تو میری دانست میں اس طرح سند کی نسبت میں اشکال تھا، لہٰذا میں نے اپنے گمان کی تصحیح کے لیے ابن ماجہ کی طرف رجوع کیا، لیکن مجھے وہاں یہ حدیث نہ ملی، پھر میں نے پوری کتاب ہی پڑھ ڈالی لیکن مجھے اس کا سراغ نہ مل سکا، تو پھر بھی میں نے اپنی بصارت ہی کی کوتاہی خیال کی اور دوبارہ سے پوری کتاب کا مطالعہ کیا لیکن اس بار بھی مجھے یہ حدیث نہ مل سکی، حتیٰ کہ تیسری بار بھی بالاستعیاب مطالعہ کرنے کے باوجود اس سند سے مطلوبہ حدیث نہیں مل سکی۔

لیکن **"معجم الصحابہ"** لابن قانع میں مجھے اسی سند کے ساتھ حدیث مطلوب مل گئی، تو میں اپنے شیخ کی خدمت حاضر ہوا اور اس بارے میں اطلاع دی، تو انہوں نے صرف مجھ سے سنتے ہی نسخہ لیا اور قلم برداشتہ ابن ماجہ کے الفاظ کاٹ کر ابن قانع کے الفاظوں کا حاشیے میں اضافہ کر دیا، تو اس سبب سے میرے دل

ودماغ میں اپنے شیخ کی قدر ومنزلت مزید بڑھ گئی لیکن بایں طور کہ میں خود کو حقیر گمان کرنے لگا اور اپنے شیخ سے عرض کی، حضور! اگر آپ توقف فرماتے، تو شاید آپ اسے[11] پالیتے، تو آپ نے ارشاد فرمایا نہیں! میں نے شیخ برہان حلبی کی پیروی میں ابن ماجہ لکھ دیا تھا۔ پھر میں نے شیخ موصوف کے وصال تک ان کی صحبت بابرکت کو لازم کر لیا تھا۔

اس طرح میں نے اپنے استاد شیخ علامہ محی الدین کافیجی کی صحبت کو ۱۴ سال تک اختیار کیے رکھا اور ان سے فنون اسلامیہ، اصول، قواعد عربیہ، معانی وغیرہ میں استفادہ کیا، انہوں نے ایک بڑی دستاویز کے ساتھ مجھے اجازت عطا فرمائی۔

اسی طرح میں شیخ سیف الدین حنفی کے علمی دُروس مثلاً **کشاف، توضیح** اور اس کے حواشی، **تلخیص المفتاح** اور **کتاب عضد**، وغیرہ میں حاضر ہوتا رہا ہوں۔

میں نے ۸۶۶ھ میں تصنیفی زندگی کا آغاز کیا اور اب تک میری تصانیف کی تعداد ۳۰۰ ہو چکی ہے اور یہ تعداد ان کے علاوہ ہے جسے میں نے دھو ڈالا اور رجوع کر لیا ہے۔

میں نے بحمد اللہ شام، حجاز، یمن، ہند، مغرب، تکرور، کا سفر بھی کیا ہے، جب میں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی، تو آب زمزم پیتے وقت یہ اُمور ملحوظ ومطلوبِ اجابت تھے کہ مجھے فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی اور حدیث میں حافظ ابن حجر کا سا مرتبہ مل جائے،[12]۔

11۔ ابن ماجہ ہی میں۔

12۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا، جیسا کہ آپ کی تصانیف اس بات پر شاہد وعادل ہیں۔

میں نے ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شرع کیا اور ۸۷۲ھ سے املاء حدیث[13] کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

مجھے اللہ تعالی کے فضل سے سات علوم میں تبحر عطا کیا گیا یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع۔ اور یہ تبحر بطریق بلغائے عرب عطا ہوا ہے، اہل عجم و فلاسفہ کے طریق پر نہیں، نیز ان سات علوم میں مجھے وہ رسوخ و مرتبہ ملا ہے، جو میرے مشائخ میں سے بھی کسی کو نہیں ملا، پھر دوسرے لوگوں کا شمار ہی کیا، البتہ علم فقہ کے بارے میں میرا دعوی نہیں کیونکہ میرا شیخ اس میں مجھ سے زیادہ وسیع النظر اور کامل الاطلاع تھا۔

مذکورہ سات علوم کی معرفت کے علاوہ اُصول فقہ، علم جدل، تعریف، انشا، ترسل، فرائض، علم قرأت، علم طب وغیرہ کو میں نے کسی اُستاد سے نہیں پڑھا، اور ہاں علم حساب تو مجھ پر بہت زیادہ شاق ہے، میرا ذہن اس کی معرفت سے دُور ہے، مجھے جب کسی ریاضی کے مسئلے سے واسطہ پڑتا ہے، تو گویا کسی پہاڑ کو سر پر اٹھانے کے مترادف ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے پاس اس وقت اجتہاد کے لوازمات مکمل ہو گئے ہیں اور میں یہ بات نعمت ربانی کے اظہار کے لیے کہہ رہا ہوں، کسی فخر کی بنیاد پر نہیں اور بھلا دنیا میں ہے کونسی شے؟ جسے بطور فخر حاصل کیا جائے کہ اس کے لیے گھوڑے دوڑائے جائیں، بڑھا پاطاری کیا جائے اور زندگی کے ایک بہترین حصے کو اس طلب میں ضائع کیا جائے[14]۔

13۔ یعنی احادیث شریفہ کو لکھوانے۔

14۔ یعنی دنیا کی نعمتیں توفانی ہیں پھر بھلا بطور فخر اُن کے حصول کے لیے کیوں اتنی تکلیفیں اٹھائیں جائیں۔

اور اگر میں چاہوں کہ ہر ایک مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھوں اور اس میں مسئلہ کے انواع متفرقہ کو ادّلہ عقلیہ و نقلیہ و قیاسیہ اور مأخذ و اعتراض و جواب اور مذاہب کے مابین اختلاف کے موازنہ کے ساتھ لکھوں، تو اللہ تعالی کے فضل و احسان سے مجھے اس بات پر بھی قدرت حاصل ہے اور اس میں میری قوت و طاقت کا عمل دخل نہیں۔

”لا حول ولا قوۃ الا باللہ، ما شاء اللہ، لا قوۃ الا باللہ“

میں نے تحصیل علم کے ابتدائی زمانے میں علم منطق کا کچھ حصہ پڑھا تھا، لیکن پھر اللہ تعالی نے میرے دل میں اس کی کراہیت ڈال دی اور میں نے سنا کہ امام ابن الصلاح نے بھی منطق کی حرمت کا فتوی صادر کیا تھا، پھر تو میں نے اسے بالکل ہی خیر باد کہہ دیا، پس اللہ تعالی نے اس کے بدلے مجھے اشرف العلوم **”علم حدیث“** کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

میرے وہ اساتذۂ و مشائخ کرام جن سے میں نے سماع کیا یا اجازت و روایت لی ہے، کثیر تعداد میں ہیں، میں نے ایک مکمل کتاب **”معجم“** میں ان کے تذکرے کو جمع کر دیا ہے اور اس میں تعداد ۱۵۰ تک ہے۔ میری مشغولیت سماع روایات میں اتنی زیادہ نہ رہی کیونکہ میں اس سے زیادہ اہم یعنی درایت کے لیے مصروف رہا ہوں۔ میری[15] تصانیف کے اسماء درج ذیل ہیں، جنہیں افادۂ عام کے لیے تحریر کر رہا ہوں۔

15۔ امام جلال الدین سیوطی کی۔



فن تفسیر و قرأت اور اس سے متعلقہ تصانیف:

الإتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ترجمان القرآن فی التفسیر المسند، أسرار التنزیل یسمّی قطف الأزھار فی کشف الأسرار، لباب النقول فی أسباب النزول، مفحمات الأقران فی مبھمات القرآن، المھذّب فیما وقع فی القرآن من المعرّب، الإکلیل فی استنباط التنزیل، تکملة تفسیر الشیخ جلال الدین المحلی، التحبیر فی علوم التفسیر، حاشیة علی تفسیر البیضاوی، تناسق الدرر فی تناسب السور، مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع، مجمع البحرین ومطلع البدرین فی التفسیر، مفاتیح الغیب فی التفسیر، الأزھار الفائحة علی الفاتحة، شرح الاستعاذة والبسملة، الکلام علی أول الفتح،[16] شرح الشاطبیة، الألفیّة فی القراءات العشر، خمائل الزھر فی فضائل السور، فتح الجلیل للعبد الذلیل فی الأنواع البدیعیة المستخرجة من قوله تعالی الله ولی الذین آمنوا..الآیة،[17] القول الفصیح فی تعیین الذبیح، الید البسطی فی الصلاة الوسطی، معترك الأقران فی مشترك القرآن.

16۔یہ وہ تصنیف ہے جسے میں نے جامع شیخون میں تدریس کے دوران لکھا تھا، اس پر شیخ بلقینی کی تقریظ بھی ہے۔(سیوطی)

17۔اس میں "۱۲۰" انواع وفوائد پر کلام کیا ہے۔(سیوطی)



فن حدیث اور اس سے متعلقہ تصانیف:

کشف المغطّی فی شرح المؤطّا، إسعاف المبطّا برجال المؤطّا، التوشیح علی الجامع الصحیح، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مرقاة الصعود إلی سنن أبی داود، شرح ابن ماجه، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، شرح ألفیة العراقی وتسمّی نظم الدرر فی علم الأثر وشرحھا یسمّی قطر الدرر، التھذیب فی الزوائد علی التقریب، عین الإصابة فی معرفة الصحابة، کشف التلبیس عن قلب أھل التدلیس، توضیح المدرك فی تصحیح المستدرك، الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، النکت البدیعات علی الموضعات، الذیل علی القول المسدّد، القول الحسن فی الذبّ عن السنن، لبّ اللباب فی تحریر الأنساب، تقریب العزیب، المدرج إلی المدرج، تذکرة المؤتَسِی بمن حدّث ونَسِی، تحفة النابه بتلخیص المتشابه، الروض المکلّل والورد المعلّل فی المصطلح، منتھی الآمال فی شرح حدیث إنما الأعمال، المعجزات والخصائص النبویة، شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، والبُدور السافرة عن أُمور الآخرة، ما وراء الواعون فی أخبار الطاعون، فضل موت الأولاد، خصائص یوم الجمعة، منھاج السنة ومفتاح الجنة، تمھید الفرش فی الخصال الموجبة لظلّ العرش، بزوغ الھلال فی الخصال الموجبة للظلال، مفتاح الجنة فی الاعتصام بالسنة، مطلع البدرین فیمن یؤتی أجرین، سھام الإصابة فی الدعوات

المستجابة، الكلم الطيب، القول المختار فى المأثور من الدعوات والأذكار، أذكار الأذكار، الطب النبوى، كشف الصلصلة عن وصف الزلزلة، الفوائد الكامنة فى إيمان السيدة آمنة ويسمّى أيضاً التعظيم والمنة فى أن أبوى النبى صلى الله عليه وسلم فى الجنة، المسلسلات الكبرىٰ، جياد المسلسلات، أبواب السعادة فى اسباب الشهادة، أخبار الملائكة[الحبائك فى اخبار الملائك]، الثغور الباسمة فى مناقب السيدة آمنة [صحيح سيدتنا فاطمة ؓ]، مناحَتّیٓ الصفا فى تخريج أحاديث الشفا، الأساس فى مناقب بنى العباس، دُر السحابة فيمن دخل مصر من الصحابة، زوائد شعب الإيمان للبيهقى، لمّ الأطراف وضمّ الأتراف، أطراف الأشراف بالإشراف على الأطراف، جامع المسانيد، الفوائد المتكاثرة فى الأخبار المتوا ترة، الأزهار المتناثرة فى الأخبار المتواترة، تخريج أحاديث الدرة الفاخرة، تخريج أحاديث الكفاية يسمّى تجربة العناية، الحصر والإشاعة لأشراط الساعة، الدرر المنتثرة فى الأحاديث المشتهرة، زوائد الرجال على تهذيب الكمال، الدر المنظّم فى الاسم المعظّم، جزء فى الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم، من عاش من الصحابة مائة وعشرين، جزء فى أسماء المدلّسين، اللمع فى أسماء من وضع، الأربعون المتباينة، دُرر البحار فى الأحاديث القصار، الرياضة الأنيقة فى شرح أسماء خير الخليقة، المرقاة العلية فى شرح الأسماء النبوية، الآية الكبرىٰ فى شرح قصة الإسرا، أربعون

حديثاً من رواية مالك عن نافع عن ابن عمر، فهرست المرويّات، بغية الرائد فى الذيل على مجمع الزوائد، أزهار الآكام فى أخبار الأحكام، الهبة السنية فى الهيئة السنية، تخريج أحاديث شرح العقائد، فضل الجلد [عند فقد الولد]، الكلام على حديث ابن عباس "احفظ الله يحفظك"،[18] أربعون حديثاً فى فضل الجهاد، أربعون حديثاً فى رفع اليدين فى الدعاء، التعريف بآداب التأليف، العشاريات، القول الأشبه فى حديث "من عرف نفسه فقد عرف ربّه"، كشف النقاب عن الألقاب، نشر العبير فى تخريج أحاديث الشرح الكبير، من وافقت كنيته كنية زوجه من الصحابة، ذم زيارة الأمراء، زوائد نوادر الأصول للحكيم الترمذى، تخريج أحاديث الصحاح يسمّى فلق الصباح، ذم المكس، آداب الملوك:

فن فقہ اور اس سے متعلقہ تصانیف:

الأزهار الغضّة فى حواشى الروضة، الحواشى الصغرىٰ، مختصر الروضة يسمّى القنية، مختصر التنبيه يسمّى الوافى، شرح التنبيه، الأشباه والنظائر، اللوامع والبوارق فى الجوامع والفوارق، نظم الروضة يسمّى الخلاصة وشرحه يسمّى رفع الخصاصة، الورقات المقدمة، شرح الروض، حاشية على القطعة للإسنوى، العذب السلسل فى تصحيح الخلاف المرسل، جمع الجوامع، الينبوع فيما زاد على الروضة من الفروع،

18۔ یہ وہ تصنیف ہے جسے میں نے جامع شیخونیہ میں تدریس حدیث کے دوران لکھا تھا۔(سیوطی)

مختصر الخادم یسمّی تحصین الخادم، تشنیف الأسماع بمسائل الإجماع، شرح التدریب، الکافی، زوائد المهذّب علی الوافی، الجامع فی الفرائض، شرح الرحیبة فی الفرائض، مختصر الأحکام السلطانیة للماوردی.

مختلف موضوعات و مسائل پر مکمل و مستقل تصانیف:

الظفر بقلم الظفر، الاقتناص فی مسألة التّماص، المستطرفة فی أحکام دخول الحشفة، السلالة فی تحقیق المقر والاستحالة، الروض الأریض فی طهر المحیض، بذل العسجد لسؤال المسجد، الجواب الحزم عن حدیث التکبیر جزم، القذاذة فی تحقیق محل الاستعاذة، میزان المعدلة فی شأن البسملة، جزء فی صلاة الضحیٰ، المصابیح فی صلاة التراویح، بسط الکفّ فی إتمام الصفّ، اللمعة فی تحقیق الرکعة لإدراک الجمعة، وصول الأمانی بأصول التهانی، بلغة المحتاج فی مناسک الحاج، السلاف فی التفصیل بین الصلاة والطواف، شدّ الأثواب فی سدّ الأبواب فی المسجد النبوی، قطع المجادلة عند تغییر المعاملة، إزالة الوهن عن مسألة الرهن، بذل الهمة فی طلب براءة الذمة، الإنصاف فی تمییز الأوقاف، أنموذج اللبیب فی خصائص الحبیب، الزهر الباسم فیما یزوج فیه الحاکم، القول المضی فی الحنث فی المضی، القول المشرق فی تحریم الاشتغال بالمنطق، فصل الکلام فی ذمّ الکلام، جزیل المواهب فی اختلاف المذاهب، تقریر الإسناد فی تیسیر الاجتهاد، رفع

منار الدین وهدم بناء المفسدین، تنزیه الأنبیاء عن تسفیه الأغبیاء، ذم القضاء، فضل الکلام فی حکم السلام، نتیجة الفکر فی الجهر بالذکر، طیّ اللسان عن ذمّ الطیلسان، تنویر الحلک فی إمکان رؤیة النبی والملک، أدب الفتیا، إلقام الحجر لمن زکی سباب أبی بکر وعمر، الجواب الحاتم عن السؤال الخاتم، الحجج المبینة فی التفضیل بین مکة والمدینة، فتح المغالق من أنت طالق، فصل الخطاب فی قتل الکلاب، سیف النظار فی الفرق بین الثبوت والتکرار.

فنونِ عربیہ اور اس سے متعلقہ تصانیف:

شرح ألفیة ابن مالك، یسمّی البهجة المضیة فی شرح الألفیة، الفریدة فی النحو والتصریف والخط، النکت علی الألفیة والکافیة والشافعیة والشذور والنزهة، الفتح القریب علی مغنی اللبیب، شرح شواهد المغنی، جمع الجوامع شرحه یسمّی همع الهوامع، شرح الملحة، مختصر الملحة، مختصر الألفیة ودقائقها، الأخبار المرویّة فی سبب وضع العربیّة، المصاعد العلیّة فی القواعد النحویّة، الاقتراح فی أصول النحو وجدله، رفع السنة فی نصب الزنة، الشمعة المضیئة، شرح کافیة ابن مالك، در التاج فی إعراب مشکل المنهاج، مسألة ضربی زیداً قائماً، السلسلة الموشحة، الشهد، شذالعرف فی إثبات المعنی للحرف، التوشیح علی التوضیح، السیف الصقیل فی حواشی ابن عقیل، حاشیة علی شرح الشذور، شرح القصیدة الکافیة فی التصریف، قطر الندا فی

ورود الهمزة للندا، شرح تصريف العزّى، شرح ضروريّ التصريف لابن مالك، تعريف الأعجم بحروف المعجم، نكت على شرح الشواهد للعينى، فجر الثمد فى إعراب أكمل الحمد، الزند الوريّ فى الجواب عن السؤال الكندريّ.

فنِ اُصول وبیان وتصوف اور اس سے متعلقہ تصانیف:

شرح لمعة الإشراق فى الاشتقاق، الكوكب الساطع فى نظم جمع الجوامع، شرحه شرح الكوكب الوقاد فى الاعتقاد، نكت على التلخيص يسمّى الإفصاح، عقود الجمان فى المعانى والبيان وشرحه، شرح أبيات تلخيص المفتاح، مختصره نكت على حاشية المطوّل لابن الفنرى رحمه الله تعالى، حاشية على المختصر، البديعية وشرحها، تأييد الحقيقة العلية وتشييد الطريقة الشاذلية، تشييد الأركان فى ليس فى الإمكان أبدع مما كان، درج المعالى فى نصرة الغزالى على المنكر المتغالى، الخبر الدال على وجود القطب والأوتاد والنجباء والأبدال، مختصر الإحياء، المعانى الدقيقة فى إدراك الحقيقة، النقابة فى أربعة عشر علماً، شرحها شوارد الفوائد و قلائد الفرائد، نظم التذكرة ويسمّى الفلك المشحون، الجمع والتفريق فى الأنواع البديعية.

فنِ تاریخ وادب اور اس سے متعلقہ تصانیف:

تاريخ الصحابة وقد مرّ ذكره، طبقات الحفاظ، طبقات النحاة: الكبرى والوسطى والصغرى، طبقات شعراء العرب، تاريخ الخلفاء، تاريخ

مصر [وهو كتاب هذا] تاريخ سيوط، معجم شيوخي الكبير يسمّى حاطب ليل وجارف سيل، المعجم الصغير يسمّى المنتقى، ترجمة النووى، ترجمة البلقينى، الملتقط من الدرر الكامنة، تأريخ العمروهو ذيل على إنباء الغمر، رفع الباس عن بنى العباس، النفحة المسكيّة والتحفة المكيّة، على نمط عنوان الشرف، دُرر الكلم وغرر الحكم، ديوان خطب، ديوان شعر، المقامات، الرحلة الفيّومية، الرحلة المكية، الرحلة الدمياطية، الرسائل إلى معرفة الأوائل، مختصر معجم البلدان، يأقوت الشماريخ فى علم التاريخ، الجمانة، رسالة فى تفسير ألفاظ متداولة، مقاطع الحجاز، نور الحديقة من نظم القول، المجمل فى الرد على المهمل، المنى فى الكنى، فضل الشتاء، مختصر تهذيب الأسماء للنووى، الأجوبة الزكية عن الألغاز السبكية، رفع شأن الحبشان، أحاسن الأقباس فى محاسن الاقتباس، تحفة المذاكر فى المنتقى من تاريخ ابن عساكر، شرح [قصيدة] بانت سعاد، تحفة الظرفاء بأسماء الخلفاء، قصيدة رائية، مختصر شفاء الغليل فى ذم الصاحب والخليل:[19]

19۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”حسن المحاضرة فى تاريخ مصر والقاهرة“ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی خود نوشت کا ترجمہ مکمل ہوا، اب ہم دیگر کتابوں سے مزید تعارف لکھ رہے ہیں۔

بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری

شیخ علامہ زکریا بن شیخ علامہ محمد محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنے چند مشکل اُمور کے سلسلے میں شیخ سیوطی سے عرض کی کہ آپ اپنے بعض شاگر دین کے نام میرے لیے سفارشی دستاویز لکھ دیں، تو آپ نے منع فرمایا، پھر بعد ازاں مجھے حضرت شیخ سیوطی کے تحریر کردہ ایک رقعہ کی زیارت نصیب ہوئی، تو اس میں لکھا تھا کہ **انہیں ۷۰ سے زائد مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی**[20] جو ایسی عظیم نعمت و شان کا حامل ہو، تو وہ بھلا اُن کے غیر سے امداد و اعانت کیوں طلب کرے گا؟؟۔[21]

حضرت قبلہ خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک دن علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا:

انہیں ہر روز عالم بیداری میں سرور عالم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی اور وہ نماز صبح کے بعد خلوت سے اس وقت تک باہر نہیں آتے تھے، جب تک انہیں یہ نعمت حاصل نہ ہوتی۔[22]

20۔ پھر میری سمجھ میں آیا کہ آپ نے سفارش سے کیوں منع فرمایا تھا اور ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

21۔ النور السافر عن اخبار القرن العاشر، ص۹۱، دار صادر بیروت۔

22۔ خلاصۃ الفوائد، ص ۵۲، ملفوظات قبلہ مہاروی، اصل فارسی، مرتبہ حکیم عمر، ترجمہ مولوی بشیر احمد، بحوالہ تعارف چند مفسرین محدثین مؤرخین کا، مفتی منظور احمد فیضی، ص۱۷، ضیاء القرآن لاہور۔

امام علامہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ عبد القادر شاذلی نے کسی شخص کی سلطان قایتبای کے ہاں سفارش کے لیے شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، تو جواباً آپ نے فرمایا:

اے میرے بھائی مجھے اب تک حالت بیداری و خواب دونوں میں قریباً ۷۵ مرتبہ جمال جہاں آرائے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے، اگر مجھے اس سعادت سے محرومی کا خوف نہ ہوتا، تو میں تمہارے ساتھ خود سلطان کے قلعے میں جا کر اس بارے میں سفارش کرتا لیکن میں تو خادمین حدیث رسول ﷺ میں سے ہوں اور مجھے محدثین کرام کی ضعیف شمار کردہ احادیث کی تصحیح کے لیے اس ملاقات کی سعادت و ضرورت ہوتی ہے اور اس بات میں کوئی شک تک نہیں کہ تمہارے نفع سے یہ نفع زیادہ قیمتی ہے۔[23]

سیّدی امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خاتم حفاظ الحدیث، امام جلیل جلال الملۃ و الدین سیوطی قدس سرہ العزیز ۷۵ بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سید الانبیاء ﷺ سے بہرہ وَر ہوئے، بالمشافہ حضور اقدس ﷺ سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی، بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں، تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے۔[24]

23۔سعادت الدارین فی الصلوۃ علی سیّد الکونین للنبہانی، ص۴۳۸، دار الفکر بیروت۔

24۔ فتاوی رضویہ، ج۵، ص۴۹۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز آپ سے سوال کیا:

آپ کو کتنی مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، ۷۰ سے زیادہ مرتبہ۔[25]

بارگاہِ رسالت سے "شیخ الحدیث" کا اعزاز

شیخ علامہ زکریا بن شیخ محمد محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، تو بارگاہِ عالی میں عرض کرنے لگے، میں نے حدیث سے متعلق ایک کتاب "جمع الجوامع" لکھنا شروع کی ہے، اگر اذن و اجازت عطا ہو، تو اس میں سے کچھ پڑھ کر پیش خدمت کروں، تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ھات یا شیخ الحدیث" یعنی ہاں ہاں اے شیخ الحدیث۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لیے یہ بشارت و خطاب دنیا کی تمام نعمتوں سے بالاتر ہے۔[26]

شیخ نجم الدین محمد بن محمد الغزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۶۱ھ بیان کرتے ہیں:

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو شیخ موصوف نے بعض احادیث مبارکہ کے بارے میں حضور علیہ السلام سے دریافت کیا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ھات یا شیخ السنۃ"۔[27]

25۔ شذرات الذہب، ۱۰ / ۷۷، دار ابن کثیر بیروت۔

26۔النور السافر عن اخبار القرن العاشر للعیدروسی، ص۹۱، دار صادر بیروت۔

27۔الکواکب السائرہ بأعیان المائۃ العاشرۃ للغزی، ۲ / ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، شذرات الذہب، لابن العماد، ۱۰ / ۷۷، دار ابن کثیر بیروت۔



وفات حسرت آیات

آپ رحمۃ اللہ علیہ سات دنوں تک ہاتھ کے ورم میں مبتلا رہ کر ۱۹ جمادی الاولیٰ بروز جمعہ ۹۹۱ھ کو روضۃ المقیاس میں واصل بحق ہوئے، آپ نے قریباً ۶۱ سال دس مہینے اور ۱۸ دن کی زندگی پائی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باب القرافہ کے باہر قوصون کے مقام پر دفن کیا گیا، جامع اُموی دمشق میں ۸ رجب بروز جمعہ ۹۱۱ھ میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ کہا گیا کہ غسل دینے والے نے آپ کی قمیص و جبہ کو لے لیا تھا، پھر بعد میں اس سے کسی اہل محبت نے ۵ دینار میں قمیص بطور تبرک خرید لی اور جبہ کو بھی اسی طرح ۳۰ دینار میں لیا گیا۔[28]

28۔ الکوکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ للغزی، ۲ / ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ۔

حسن المقصد

فی

عمل المولد

"تالیف"

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی 911ھ



الحمد للہ

و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

سوال:

ماہِ ربیع الاوّل میں میلاد النبی ﷺ منانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا ایسا عمل قابل تعریف ہے یا لائق مذمت؟ نیز ایسا کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق ہو گا یا نہیں؟

جواب:

میرے[29] نزدیک میلاد النبی ﷺ کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر بقدرِ سہولت تلاوتِ قرآن کرتے اور حضور نبی کریم ﷺ کی تخلیق و پیدائش کی عظیم الشان نشانیوں پر مشتمل احادیث کا بیان کرتے ہیں پھر اُن[30] کے لیے دستر خوان بچھایا جاتا ہے اور لوگ کھانا کھا کر مزید کچھ کیے بغیر واپس لوٹ جاتے ہیں تو اس طور پر یہ اقدام **"بدعت حسنہ"** میں سے ہے جس پر ان

29۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

30۔ حاضرین۔

کے کرنے والوں کو ثواب بھی دیا جائے گا کیونکہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور میلاد شریف پر خوشی ومسرت کا اظہار پایا جاتا ہے[31]۔

محافل میلاد النبی ﷺ کا آغاز

سب سے پہلے[32] آغاز کرنے والا شخص اِرْبِل[33] کا بادشاہ "مظفر ابو سعید کوکبری بن زین الدین بن بکتکین" تھا، جس کا شمار معزز ترین بادشاہوں اور بڑے سخی افراد میں ہوتا ہے، بہت سے اچھے کام اس سے وابستہ ہیں، اسی بادشاہ نے قاسیون کے اندر "جامع مظفری" کو تعمیر کرایا تھا[34]۔

امام[35] ابن کثیر[36] نے اپنی تاریخ[37] میں لکھا ہے:

یہ[38] ماہِ ربیع الاوّل میں میلاد النبی ﷺ مناتا اور اس سلسلے میں عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا، یہ نہایت بہادر وشجاع، ذہین وفطین، عالم وعادل تھا۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ وَاَكْرَمَ مَثْوَاهُ

31۔ نیز یہ اعمال بذات خود بھی بہت زیادہ اجر وثواب کا باعث ہیں۔

32۔ میلاد النبی ﷺ کو انتظام واہتمام کے ساتھ منانے کا۔

33۔ "اِرْبِل" مضافات موصل میں سے ایک معروف شہر ہے، معجم البلدان للحموی، ج۱، ص۱۳۸۔

34۔ جو اس کی بہترین واچھی یادگاروں میں سے ایک ہے۔

35۔ عماد الدین اسماعیل بن عمر۔

36۔ دمشقی متوفی ۷۷۴ھ۔

37۔ البدایہ والنہایہ۔

38۔ بادشاہ مظفر ابو سعید۔

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر شاندار تصنیف

[39]شیخ ابو الخطاب[40] بن دحیہ[41] رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بادشاہ کے لیے میلاد النبی ﷺ پر مشتمل کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر"[42] لکھی تھی جس پر بادشاہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار دینار بطور انعام عطا کیے تھے۔اس کی بادشاہت طویل عرصے تک قائم رہی حتیٰ کی "عَکَّا"[43] نامی شہر میں ۶۳۰ھ میں فرنگیوں کے محاصرے کے دوران اس کا وصال ہوا، الغرض یہ نہایت قابل تعریف شخصیت کا حامل تھا۔[44]

بادشاہ مظفر کی شاہانہ محفل میلاد

[45]سبط ابن الجوزی[46] نے **"مرآۃ الزمان"** میں لکھا ہے:

بعض اُن لوگوں نے بیان کیا ہے جو بادشاہ مظفر کی میلاد النبی کی دعوت میں شریک رہے تھے کہ انہوں نے اس دعوت میں شاہی دسترخوان پر

39۔ امام۔

40۔ عمر بن حسن۔

41۔ کلبی متوفی ۶۳۳ھ۔

42۔ جبکہ البدایہ لابن کثیر، ج۱۷، ص۲۰۵ میں کتاب کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" مذکور ہے۔

43۔ شام کے ساحل پر اردن سے متصل ایک قدیم تاریخی کے رینمی شہر ہے اسے "عَکَّةُ" بھی کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان، ج۴، ص۱۴۳۔

44۔ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ۱۷، ص۲۰۵۔

45۔ علامہ مؤرخ ابو المظفر شمس الدین یوسف ابن عبد اللہ۔

46۔ متوفی ۶۵۴ھ۔

پانچ ہزار بھنے ہوئے بکروں کی سریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک سو گھوڑے، ایک لاکھ مکھن کے پیالے اور تیس ہزار شیریں انواع واقسام کے کھانے شمار کیے تھے۔

اس کی محفل میلاد میں اکابر علمائے کرام اور صوفیائے عظام شریک ہوتے جنہیں شاہی خلعتوں اور انعامات سے نوازا جاتا نیز صوفیائے کرام کے لیے خاص طور پر ظہر سے فجر تک محفل سماع کا اہتمام کیا جاتا تھا جس میں بادشاہ خود بھی رقص وسرور میں رقصاں رہتا، یہ بادشاہ ہر سال محفل میلاد کے اہتمام پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ اس نے بیرون شہر سے آنے والے لوگوں اور مہمانوں کے لیے ایک بہترین مہمان خانہ تعمیر کرایا تھا جس میں ہر طرح کے معزز مہمان قیام کرتے اور اس مہمان خانہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ دینار تھا۔

اسی طرح یہ ہر سال دو لاکھ دینار خرچ کر کے فرنگیوں سے قیدیوں کو خریدتا اور پھر انہیں آزاد کر دیتا تھا جبکہ حرمین شریفین کی خدمت اور اس کے راستوں میں پانی کی فراہمی کے لیے سالانہ تیس ہزار دینار خرچ کرتا تھا اور یہ تمام پوشیدہ صدقات وخیرات کے علاوہ تھے[47]۔

بادشاہ کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو کہ مشہور جرنیل صلاح الدین ایوبی کی بہن تھی اس نے بیان کیا ہے:

کہ اس[48] کی قمیص کھدر کے کپڑے کی ہوتی تھی جو پانچ درہم کی مالیت

47۔ اور ان پوشیدہ صدقات کا حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔
48۔ بادشاہ مظفر۔

سے زائد قیمت کی نہ تھی، ایک بار میں نے اس بارے میں بادشاہ سے کہا تو وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا میرا پانچ درہم کی قمیص پہننا اور بقیہ رقم صدقہ کر دینا اس سے بہتر ہے کہ میں بیش قیمت کپڑے پہنوں اور فقراء ومساکین کو چھوڑ دوں۔[49]

علامہ[50] ابن خلکان[51] نے حافظ ابو الخطاب بن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

وہ[52] علماء کے سردار اور مشہور فضلاء میں سے تھے، یہ مغرب[53] سے سیاحت کے لیے چلے اور شام وعراق میں تشریف لائے، ۶۰۴ھ میں ان کا گزر "اِربل"[54] کے مقام سے ہوا جہاں انہوں نے بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین کو محفل میلاد کا شاندار انتظام کرتے ہوئے دیکھا[55] کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر"[56] لکھ کر اسے پیش کی اور بنفس نفیس اسے پڑھ کر

49۔ مرأۃ الزمان لسبط ابن الجوزی، ج۸، ص۶۸۱، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ۱۷، ص۲۰۵/۶۔
50۔ ابو العباس احمد بن محمد۔
51۔ برمکی اربلی متوفی ۶۷۲ھ۔
52۔ امام ابو الخطاب عمر بن حسن ابن دحیۃ کلبی متوفی ۶۳۳ھ۔
53۔ مراکش۔
54۔ موصل کے مضافات میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک جگہ کا نام ہے۔
55۔ تو اُس کے حسن عقیدت ومحبت سے متاثر ہو کر۔
56۔ جبکہ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج۳، ص۴۴۹ میں کتاب کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" لکھا ہے۔

بھی سنائی، ہم[57] نے بھی سلطان کی چھ مجلسوں میں ۶۲۵ھ میں اسے[58] سنا۔[59]

میلاد النبی ﷺ منانے پر اعتراض

متاخرین مالکی علمائے کرام میں سے شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی سکندری المشہور فاکہانی[60] نے دعویٰ کیا ہے:

کہ میلاد النبی منانا قابل مذمت بدعت ہے اور انہوں نے اس بارے میں کتاب "المورد فی الکلام علی عمل المولد" بھی لکھی ہے۔ میں[61] اسے یہاں حرف بحرف نقل کر کے اس کے جوابات لکھوں گا۔

57۔ علامہ ابن خلکان۔

58۔ کتاب کو شیخ کی زبانی۔

59۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان لامام ابن خلکان، ج ۳، ص ۴۴۹، رقم الترجمۃ، ۴۹۷۔

60۔ متوفی ۷۳۴ھ۔

61۔ امام جلال الدین سیوطی۔



مصنف[62] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الحمد لله الذى هدانا لاتباع سيد المرسلين وأيدنا بالهداية الى دعائم الدين ويسر لنا اقتفاء آثار السلف الصالحين حتى امتلأت قلوبنا بأنوار علم الشرع وقواطع الحق المبين وطهر سرائرنا من حدث الحوادث والابتداع في الدين أحمده على ما منّ به من انوار اليقين وأشكره على ما أسداء من التمسك بالحبل المتين وأشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله سيد الاولين والآخرين صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وأزواجه الطاهرات أمهات المومنين صلاة دائمة الى يوم الدين:

حمد وصلوٰۃ کے بعد! اہل خیر وبرکت افراد کی جانب سے[63] بارہا اس سوال کا اعادہ کیا گیا کہ ماہِ ربیع الاوّل میں لوگ جمع ہو کر[64] اور ایسا کرنے کو "میلاد" کا نام دیتے ہیں کیا ایسے اعمال کی شریعت مقدسہ میں کوئی اصل موجود ہے یا پھر یہ اُمور بدعت اور دین میں نئی اختراع ہیں؟ نیز اس سوال کے سائلین نے جواب کا شرح وتفصیل پر مشتمل ہونے کا مطالبہ کیا ہے۔

62۔ شیخ تاج الدین فاکہانی۔

63۔ یا پھر "مبارکین" کسی جگہ کا نام ہے تو وہاں کے افراد کی جانب سے۔

64۔ کچھ اُمور سرانجام دیتے ہیں۔

تو میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے کہتا ہوں:

مجھے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں کہیں بھی اس مولد کی اصل نہیں مل سکی اور نہ ہی یہ عمل اُن اکابر و مقتدر علمائے کرام سے منقول ہے جنہوں نے دین کے بارے میں سختی سے علمائے متقدمین کا دامن تھام رکھا تھا۔

بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے اہل باطل نے ایجاد کیا اور شہوت نفس کے دلدادہوں نے اسے کھانے کے لیے رواج دیا ہے، اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ہم نے اس پر پانچ شرعی احکامات لگائے[65] تو ہم کہتے ہیں یا تو یہ واجب ہوگا یا مستحب یا مباح یا مکروہ یا حرام۔

پس یہ عمل اجماعاً واجب نہیں ہے اور نہ ہی مستحب ہے کیونکہ مستحب اسے کہتے ہیں کہ جس فعل کو شریعت مقدسہ طلب کرے لیکن اُس کے ترک کرنے پر مذمت نہ کرے تو میرے علم کے مطابق اس عمل کی نہ تو شریعت میں کہیں اجازت دی گئی ہے اور نہ ہی یہ صحابہ کرام اور تابعین عظام و علمائے ذیشان سے منقول ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بھی میرا جواب یہی ہوگا۔

اسی طرح یہ عمل جائز و مباح بھی نہیں ہے کیونکہ دین میں ایجاد کردہ بدعت اجماع مسلمین کے مطابق ہرگز مباح قرار نہیں دی جاسکتی تو اب صرف دو صورتیں باقی بچیں ہیں کہ یا تو یہ حرام ہوگا یا مکروہ، لہٰذا دونوں صورتوں پر ہم دو فصلوں میں کلام کرتے ہوئے صورت حال کو واضح کرتے ہیں۔

65۔ تاکہ اس کے شرعی حکم کو جان سکیں۔

﴿۱﴾ کوئی شخص خاص اپنے عمل سے اپنے دوست و احباب اور اہل و عیال کے لیے[66] خرچ کرے جبکہ اس صورت میں بھی لوگوں کو کھانا کھلانے سے تجاوز نہ کرے اور اس اجتماع میں کوئی گناہ کا کام بھی نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہ وہی ہے جسے ہم نے ناپسندیدہ بدعت اور بُرے فعل سے ماقبل تعبیر کیا ہے کیونکہ متقدمین فقہائے اسلام اور علمائے اُمت جو قابل تقلید اور زمان و مکان کی زیب و زینت تھے اُن میں سے کسی نے بھی یہ عمل نہیں کیا۔

﴿۲﴾ اس میں گناہوں کی آمیزش ہو جس سے اس کی ناپسندیدگی مزید پختہ ہو جائے حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے نفس کی خواہش اور قلبی تکلیف محسوس کرنے کے باوجود کسی شئی[67] جس کی وجہ سے موت کی سی شدت محسوس ہو رہی ہو اور علمائے کرام نے تو یہاں تک بیان کیا ہے: حیا کے ساتھ مال لینا تلوار کے ساتھ مال لینے کی طرح ہے اور بطور خاص جبکہ اس عمل[68] میں غنا اور ممنوعہ آلات موسیقی مثلاً دُف و بانسری وغیرہ بھی پائی جائیں، اسی طرح نوجوان مردوں کے ساتھ نوجوان خواتین کا اختلاط، چاہے مرد و زن اکٹھے ہوں یا صرف عورتیں ہی دکھائی دے رہی ہوں بایں طور کہ ڈانس و لہو میں استغراق کے سبب روزِ قیامت کو بھلا دیا جائے۔

اسی طرح اگر صرف عورتیں بھی جمع ہوں تو وہاں بھی وہ مبارک باد و تحسین اور اشعار کی صورت میں آوازیں بلند کرتیں ہیں اور تلاوت قرآن اور

66۔ میلاد النبی کی خوشی ظاہر کرتے ہوئے۔

67۔ کو میلاد کے لیے خرچ کرے۔

68۔ میلاد۔

ذکر خداوندی جیسے مشروع اعمال سے اعراض کرتے ہوئے "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ"[69] کے فرمان عظیم سے بھی غافل ہوجاتیں ہیں تو ایسے امور کی حرمت کے بارے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی کوئی صاحب عزت وغیرت انسان انہیں اچھا جانتا ہے۔

اسے صرف انہیں لوگوں نے حلال کرر کھا ہے جن کے دل گناہوں کی کثرت کے سبب مردہ ہوچکے ہیں اور تمہیں یہ بھی بتادوں کہ ایسے لوگ ان امور کو حرام وناپسندیدہ خیال کرنے کے بجائے عبادت شمار کرتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اسلام غربت کی حالت سے نکلا اور عنقریب وہیں لوٹ جائے گا، ہمارے شیخ قشیری نے ہمیں اجازت دیتے ہوئے کیا ہی اچھی باتیں فرمائیں:

قَدْ عُرِفَ الْمُنْكَرُ واسْتُنْكِرَ — الْمَعْرُوْفُ فِي أَيَّامِنَا الصَّعْبَةِ
وصَارَ أَهْلُ العِلْمِ فِيْ وَهْدَةٍ — وَصَارَ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيْ رُتْبَةِ
حَادُوْا عَنِ الْحَقِّ فَمَا لِلَّذِيْ — سَارُوْا بِهِ فِيْمَا مَضَى نِسْبَةِ
فَقُلْتُ لِلأَبْرَارِ أَهْلِ التُّقٰى — وَالدِّيْنُ لَمَّا اشْتَدَّتِ الْكُرْبَةِ
لَا تَنْكِرُوْا أَحْوَالَكُمْ قَدْ أَتَتْ — نَوْبَتُكُمْ فِيْ زَمَنِ الْغُرْبَةِ

ترجمہ: ہمارے موجودہ ایام مصائب میں برائی کو جان لیا گیا اور نیکی سے اعراض کیا جارہا ہے۔ اہل علم حضرات کا مرتبہ کم ہوتا جارہا ہے جبکہ جاہلوں کا رتبہ بڑھایا جارہا ہے۔ یہ لوگ راہ حق سے الگ ہوگئے ہیں اور ان سے پہلوں کا کیا حال

69۔ سورۃ الفجر ۱۴: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

ہو گا جو ان کے راستے پر چلے۔ لہٰذا میں نے متقی اور دین دار احباب سے ایسے وقت میں کہا جب کہ سختیاں بہت بڑھ گئیں۔ اپنی حالت کو ملامت نہ کرو کہ اب تمہاری باری اسی غربت والے زمانہ میں آگئی ہے۔

[70]ابو عمرو بن علاء[71] نے کیا خوب فرمایا:

لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک عجیب چیزوں سے تعجب کرتے رہیں گے۔

ماہِ ربیع الاوّل اگر حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کا مہینہ ہے تو یہ آپ ﷺ کے وصال کا بھی مہینہ ہے، لہٰذا اس میں خوشی کرنا غمگین ہونے سے بہتر نہیں اور یہاں تک وہ بات تھی جس کا بیان کرنا ہم پر لازم تھا اور ہم اللہ تعالی سے قبولیت کے اُمید وار ہیں۔[72]

یہ وہ کلام تھا جسے فاکہانی نے اپنی مذکورہ کتاب[73] میں بیان کیا۔



میں[74] کہتا ہوں:

فاکہانی کا یہ کہنا۔۔۔"**مجھے میلاد النبی منانے کی اصل قرآن وسنت میں نہیں مل سکی**"۔۔۔الخ

70۔ امام اللغۃ والادب زبان بن عمار۔
71۔ تمیمی مازنی بصری متوفی ۱۵۴ھ۔
72۔ امام تاج الدین فاکہانی کا کلام ختم ہوا۔
73۔ المورد فی الکلام علی عمل المولد۔
74۔ امام جلال الدین سیوطی۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی دلیل کے وجود کی نفی نہیں کی جاسکتی، امام حافظ[75] ابو الفضل احمد بن حجر[76] نے حدیث مبارکہ سے اس کی اصل[77] ثابت فرمائی ہے اور میں نے بھی سنت ہی سے ایک اور اصل کا استخراج کیا ہے جس کا ذکر آئے گا۔

فاکہانی کا یہ کہنا۔۔۔ **"یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے اہل باطل نے ایجاد کیا"۔۔۔** الخ

تو جواباً سن لیجیے کہ ماقبل گذر چکا ہے کہ اس[78] عالم وعادل بادشاہ[79] نے شروع کیا اور اس کے سبب اللہ تعالیٰ کے قرب کا ارادہ کیا نیز اس کی محفل میں جلیل القدر علمائے امت تشریف لائے اور اس کے فعل پر راضی رہے اور کوئی اعتراض وانکار نہیں کیا۔

فاکہانی کا یہ کہنا۔۔۔ **"کہ یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ مستحب وہ ہے جسے شریعت طلب کرے"۔۔۔** الخ

اس کا جواب یہ ہے کہ مستحب عمل کو کبھی تو نص کے ذریعے طلب کیا جاتا ہے اور کبھی قیاس کے ذریعے، لہٰذا اگرچہ میلاد شریف کے حوالے سے کوئی صریح نص موجود نہیں ہے لیکن اسے ان دو دلیلوں پر قیاس کیا گیا ہے جن کا ذکر ابھی آئے گا۔

75۔ شہاب الدین۔
76۔ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔
77۔ اساسی دلیل۔
78۔ محفل میلاد کی موجوہ صورت وہیئت کو۔
79۔ مظفر ابو سعید۔

فاکہانی کا یہ کہنا۔۔۔ **"اسی طرح یہ عمل جائز ومباح بھی نہیں ہے کیونکہ دین میں ایجاد کردہ بدعت اجماع مسلمین کے مطابق ہرگز مباح قرار نہیں دی جاسکتی"۔۔۔** الخ

تو ان کا یہ کلام قابل قبول نہیں کیونکہ بدعت صرف حرام اور مکروہ ہی میں منحصر نہیں بلکہ کبھی یہ مباح ہوتی ہے کبھی مستحب اور کبھی واجب۔



[80] نووی[81] نے "تہذیب الاسماء واللغات" میں لکھا ہے:

بدعت شریعت میں ایسی اختراع کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں موجود نہ ہو اور یہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں تقسیم ہوتی ہے۔[82]

بدعت کی اقسام

[83] شیخ عزالدین[84] بن عبد السلام[85] نے "القواعد" میں لکھا ہے:

بدعت کی[86] قسمیں ہیں، واجب، حرام، مستحب، مکروہ، مباح۔

80۔ امام الحدیث ابوزکریا یحییٰ بن شرف۔
81۔ شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔
82۔ تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج۳، ص ۲۲، الجزء الاول من القسم الثانی۔
83۔ سلطان العلماء امام۔
84۔ عبد العزیز۔
85۔ شافعی متوفی ۶۶۰ھ۔
86۔ پانچ۔

بدعت کو ان اقسام میں سے متعین کرنے کے لیے قواعد شرعیہ پر پیش کیا جاتا ہے پس اگر وجوبی قوانین کے تحت آجائے تو "**بدعت واجبہ**" اگر تحریمی قوانین کے تحت آئے تو "**حرام**" اگر مستحب کے قوانین کے ماتحت آئے تو "**مستحب**" اگر مکروہ کے قوانین کے تحت آئے تو "**مکروہ**" اوراگر مباح کے قوانین کے تحت آئے تو "**مباح**" کہلاتی ہے۔

نیز شیخ نے ان تمام اقسام کی مثالیں بھی ذکر کی ہیں، اس میں بدعت مستحبہ کی مثالوں میں سراؤں اور مدارس کی تعمیر کا ذکر کیا ہے نیز ہر وہ اچھا کام جو پہلے زمانے میں موجود نہیں تھا اسی ضمن میں آتا ہے، اس کی مثال تراویح اور تصوف کے نکات ورموز کی تفصیل اور مناظرے وغیرہ کے اصول وضوابط ہیں، اسی کے تحت وہ تمام مجالس بھی قرار پائیں گی جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسائل شریعت کے استدلال واستخراج کا کام ہوتا ہے۔[87]

بدعت کی تقسیم اور امام شافعی کا کلام

[88] بیہقی[89] نے اپنی سند کے ساتھ "**مناقب الشافعی**" میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نوپید اُمور کی دو قسمیں ہیں:

﴿۱﴾ جو نئے افعال قرآن وسنت اور آثار واجماع کے مخالف ہوں تو "**بدعت ضلالہ**" ہیں۔

87۔ القواعد الکبری لابن عبد السلام، ج ۲، ص ۳۳۷، تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۳، ص ۲۲/۲۳، الجزء الاول من القسم الثانی۔
88۔ امام ابو بکر احمد بن حسین۔
89۔ شافعی متوفی ۴۵۸ھ۔

﴿۲﴾ جو نئے بھلائی والے اُمور مذکورہ بالا[90] کے مخالف نہ ہوں تو یہ نوپید اُمور قابل مذمت نہیں ہوں گے۔

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قیام کے بارے میں فرمایا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ

ترجمہ: یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

یعنی اگرچہ پہلے نہ تھی اب ہو رہی ہے لیکن اس میں[91] مخالفت نہیں ہے۔ یہاں تک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تھا۔[92]

تو اس تفصیل سے شیخ تاج الدین[93] کے اس قول۔۔۔ "**درست نہیں کہ اسے مباح قرار دیا جائے**"۔۔۔ الخ اور۔۔۔ "**یہ وہی ہے جسے ہم نے مکروہ بدعت قرار دیا ہے**"۔۔۔ الخ کی نفی واضح ہوتی ہے۔

کیونکہ میلاد شریف اگرچہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے نوپید عمل ہے لیکن اس میں قرآن وسنت اور آثار واجماع کی مخالفت نہیں پائی جاتی تو اس طور پر یہ قابل مذمت اُمور میں سے نہیں ہوگا جیسا کہ ماقبل بھلائی والے ایسے ایجادہ کردہ امور جو کہ پہلے زمانے میں نہ تھے کہ بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام گزر چکا۔

90۔ یعنی قرآن وسنت اجماع وقیاس۔
91۔ کسی دینی اصول وماخذ کی۔
92۔ مناقب الشافعی للبیہقی، ج ۱، ص ۴۶۹، تہذیب الاسماء و اللغات للنووی، ج ۳، ص ۲۲/۲۳، الجزء الاول من القسم الثانی۔
93۔ فاکہانی۔

پس کھانا کھلانے کی ایسی صورت جس میں کوئی برائی موجود نہ ہو تو یہ فعل ایک بھلائی کا کام ہے اس لحاظ سے یہ ایک **"مستحب بدعت"** ہے جیسا کہ امام ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت گذری۔

محفل میلاد سے برائیوں کو ختم کیا جائے محفل میلاد کو نہیں

[94] آخری بات البتہ صحیح و درست ہے لیکن اس میں حرمت اُن امور ممنوعہ کی وجہ سے آئی ہے جو کہ محفل میلاد کے ساتھ مل گئے ہیں مگر اس حیثیت سے اجتماع و محفل میں کوئی حرمت نہیں جبکہ وہ میلاد النبی کے عظیم شعائر پر مشتمل ہو کیونکہ اگر یہ حرام کردہ اُمور نماز جمعہ کے اجتماع میں بھی بالفرض پائے جائیں تو اس پر بھی قابل مذمت ہونے کا حکم لگایا جائے گا لیکن ان امور کی وجہ سے نماز جمعہ کے لیے جمع ہونے کی مذمت ہرگز لازم نہیں آئے گی جیسا کہ واضح ہے۔

ہم [95] نے رمضان المبارک میں تراویح کے اجتماع کے وقت بعض ناپسندیدہ امور دیکھے ہیں تو کیا ان امور کے پائے جانے کی وجہ سے نماز تراویح کے لیے جمع ہونا ہی ممنوع و قابل مذمت قرار پائے گا۔؟؟

ہرگز نہیں! بلکہ ہم کہیں گے کہ نماز تراویح کی ادائیگی کا اجتماع تو سنت و نیکی کا کام ہے اور یہ ناپسندیدہ امور جو اِس کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں وہ بُرے اور قابل مذمت ہیں۔

94۔ شیخ فاکہانی کی۔
95۔ امام جلال الدین سیوطی۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میلاد النبی کی محافل میں اس کے شعائر کی ادائیگی کے لیے جمع ہونا تو مستحب و نیکی ہے لیکن جو بُرے و ناپسندیدہ امور اس کے ساتھ ملحق ہیں وہ البتہ قابل مذمت ہیں۔

ربیع الاوّل میں خوشی کریں یا غم؟

فاکہانی کا یہ کہنا۔۔۔**"ماہِ ربیع الاوّل اگر حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کا مہینہ ہے تو یہ آپ ﷺ کے وصال کا بھی مہینہ ہے، لہٰذا اس میں خوشی کرنا غمگین ہونے سے بہتر نہیں"**۔۔۔الخ

تو اس کے جواب میں اوّلاً یہ کہتے ہیں:

کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہمارے لیے عظیم ترین نعمت ہے اور آپ ﷺ کا وصال ہمارے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہے تو شریعت نے نعمتوں کے اظہار تشکر کے لیے ہمیں برانگیختہ کیا ہے اور مصائب و آلام کے موقع پر صبر و سکون اور پردہ پوشی کی تلقین کی ہے۔ اسی لیے شریعت مقدسہ نے ہمیں بچے کی ولادت کے وقت عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے جو اظہار تشکر اور بچے کی آمد پر مسرت کا عکاس ہے لیکن شریعت نے ہمیں وفات پر جانور ذبح کرنے اور دیگر ایسے امور بجالانے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہمیں اس پر ماتم اور جزع و فزع کرنے سے بھی منع کیا ہے۔

تو شرعی قوانین کے لحاظ سے ماہِ ربیع الاوّل میں حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر اظہار تشکر و مسرت کرنا اچھا فعل ہے جبکہ حزن و ملال کا اظہار کرنا شریعت کو پسند نہیں۔

[96]ابن رجب[97] نے اپنی کتاب "اللطائف" میں رافضیوں کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے:

انہوں نے عاشوراء کے دن کو شہادت حسین کی وجہ سے ماتم کا دن بنا رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے انبیائے کرام کے مصائب وآلام اور وفات والے دنوں کو ماتم کے طور پر منانے کا حکم نہیں دیا تو جو اِن کے درجات[98] کے علاوہ ہیں تو اُن کے لیے بھلا ایسا کیونکر روا ہو گا۔؟[99]

[100] ابوعبد اللہ[101] ابن الحاج[102] نے اپنی کتاب "المدخل"[103] میں میلاد شریف کے بارے میں نہایت شاندار کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

کہ انہوں نے اظہار تشکر وعلامات خیر کی وجہ سے اس عمل کی تعریف کی ہے اور اس میں موجود ناپسندیدہ وحرام باتوں کی مذمت کی ہے، لہٰذا میں ان کے کلام کو یہاں دو فصلوں میں بیان کروں گا۔

96۔ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد۔

97۔ بغدادی دمشقی متوفی ۷۹۵ھ۔

98۔ مقام ومرتبے۔

99۔ لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی، المجلس الثانی، ص ۱۱۳۔

100۔ امام

101۔ محمد بن محمد۔

102۔ عبدری مالکی فاسی متوفی ۷۳۷ھ۔

103۔ ج ۲، ص ۲/۳۔





ماہِ ربیع الاوّل کی محافل میلاد میں لوگوں نے کچھ بدعات کو عبادت اور مذہبی شعائر کے طور پر اپنا رکھا ہے حالانکہ وہ امور بدعت وحرام ہیں، انہیں امور میں سے گانے اور آلات غنا مثلاً طار مصر مصر، بانسری وغیرہ کا استعمال ہے جسے سماع وغیرہ کے دوران استعمال کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے ساتھ ساتھ دیگر بُرے کاموں میں اپنے اوقات ضائع کر دیتے ہیں حالانکہ یہ وقت جسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت وبزرگی عطا فرمائی ہے اسے تو بدعت وحرام امور سے بالخصوص بچا کر رکھنا چاہیے۔

نیز ان مبارک لحات کے علاوہ بھی سماع میں جو آفات ہیں سو ہیں تو غور کرو کہ اگر اسے اِس عظیم مہینہ میں کیا جائے جسے نبی کریم ﷺ کے سبب عظمت دی گئی ہے تو کیسی قباحت ہو گی۔؟

لہٰذا آلات غنا اور سماع کی اس مقدس وفضیلت والے مہینے سے کیا مناسبت ؟ جس مقدس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ کے وجود مسعود سے اس اُمت پر احسان فرمایا ہے۔

تو ہمیں چاہیے کہ اس مہینے میں اپنے ربّ جل جلالہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی نعمت عظمیٰ کی تکریم کرتے ہوئے عبادات اور نیکی وبھلائی والے کاموں کی کثرت کریں اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس مہینے

میں دیگر مہینوں کی نسبت امتیازاً عبادات کی کثرت نہیں فرمائی اور دراصل یہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی اپنی اُمت پر رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ ﷺ بسا اوقات اُمت پر فرض ہونے کے پیشِ نظر اعمال کو ترک فرمادیا کرتے تھے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اس مہینے کی عظمت و فضیلت کے بارے میں اشارہ ضرور فرمایا ہے کہ جب آپ ﷺ سے ایک سائل نے سوال کیا تھا کہ آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو فرمایا:

ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ

ترجمہ: اسی دن میری پیدائش ہوئی ہے۔[104]

لہٰذا اس دن کی عظمت سے اس مہینے کی فضیلت کا پتا چلتا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس مہینے میں ادب و احترام بجالائیں اور اسے دیگر مہینوں پر اسی طرح برتر جانیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دیگر مہینوں پر برتری و بزرگی عطا فرمائی ہے اور اس[105] پر دلیل یہ فرمان گرامی بھی ہے:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ تَحْتَ لِوَائِيْ

ترجمہ: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اس میں فخر نہیں[106] آدم اور دیگر سب میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے۔[107]

104۔ صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر: ص: ۵۲۰: رقم:۱۱۶۲: مسند احمد: ج: ۳۷: ص: ۲۴۴: رقم: ۲۲۵۵۰: سنن الکبری للنسائی: ج: ۳: ص: ۲۱۴: رقم: ۲۷۹۰: مواہب اللدنیۃ: ۱: ص: ۱۴۳۔

105۔ افضلیت محمدی۔

106۔ روزِ قیامت۔

107۔ مسند امام احمد، ج۴، ص ۳۳۰، رقم ۲۵۴۶، کنز العمال للمتقی، ج۱۱، ص ۷۵۶، رقم ۳۳۶۸۲۔

زمان و مکان کی فضیلت و تکریم دراصل ان عبادات مخصوصہ کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ اُن میں ادا کیے جائیں کیونکہ یہ بات معلوم ہی ہے کہ زمان و مکان بذات خود کوئی فضیلت نہیں رکھتے بلکہ ان کی عظمت و فضیلت کا باعث تو وہ خصوصیات ہوا کرتیں ہیں جن سے انہیں مشرف کیا جاتا ہے۔

تو غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے اور پیر کے دن کو کس عظیم خصوصیت سے مشرف فرمایا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس دن کے روزہ کی بھی عظیم فضیلت ہے کیونکہ اسی دن حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے ہیں۔

اسی لیے ہمیں چاہیے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی تعظیم و تکریم کریں اور حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اس کے آداب بجالائیں کہ آپ ﷺ ایسے لمحات مقدسہ کو نیکی و بھلائی اور صدقات وغیرہ کی کثرت کرکے مزین فرماتے تھے کیا تم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نہیں دیکھا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ

وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نیکی[108] تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے لیکن آپ ﷺ کی سخاوت رمضان میں اور زیادہ ہو جاتی تھی۔[109]

تو ہمیں حسب استطاعت ان اوقات مبارکہ کی تعظیم میں آپ ﷺ کے اعمال کی اتباع کرنی چاہیے۔

108۔ صدقہ و خیرات وغیرہ کے معاملے میں۔

109۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۵، ص ۹، رقم ۶۔



اگر کوئی کہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس مہینے کے لمحات کی اُس طرح تعظیم ظاہر نہیں فرمائی جیسا کہ دیگر مہینوں کی ظاہر فرمائی۔؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عادت کریمہ تو ہمیں معلوم ہی ہے کہ آپ ﷺ اُمت مسلمہ کے لیے آسانی کے خواہاں رہتے تھے خصوصاً اُن امور میں جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کو اسی طرح حرم قرار دیا جیسا کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا لیکن اس کے باوجود امت مرحومہ پر آسانی و شفقت فرماتے ہوئے اِس میں شکار کرنے اور درخت کاٹنے پر کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی تو حضور نبی کریم ﷺ ان اعمال کو جو آپ کی ذات سے متعلق ہوتے آسانی کے پیش نظر ترک فرمادیتے اگرچہ بذات خود وہ اعمال بہت فضیلت والے ہوتے تھے۔

لہٰذا اس کے پیش نظر ہمیں چاہیے کہ ماہ ربیع الاوّل میں نیکی و بھلائی والے امور اور صدقات وغیرہ کی کثرت کریں اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتے تو انہیں چاہیے کہ کم از کم تعظیم کے پیش نظر اتنا کرلیں کہ اس میں حرام و مکروہ امور سے خود کو بچا کر رکھیں اگرچہ یہ کام تو اس مہینے کے علاوہ بھی ضروری ہیں لیکن اس مہینے میں احترام کے پیش نظر زیادہ شایاں ہے جیسا کہ رمضان المبارک

اور حرمت والے مہینوں میں بھی اس کی تاکید موجود ہے کہ ان میں بالخصوص دین میں اختراعات اور بدعات کی آمجگاہوں سے خود کو بچانا چاہیے۔

لیکن اس زمانے کے کچھ لوگوں نے تو اس کے برخلاف اعمال شروع کر رکھے ہیں کہ جب یہ عظیم مہینہ آتا ہے تو اس میں لہو ولعب اور دُف و بانسری وغیرہ کی طرف سبقت کرتے ہیں، ہائے افسوس! یہ لوگ غنا و موسیقی میں مشغول ہو کر بھی یہ گمان کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ اس مہینے کا ادب واحترام کر رہے ہیں۔

ایسے لوگ میلاد کی محافل کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے کرتے ہیں اور پھر کسی ایسے شخص کی تلاش میں کوشاں ہوتے ہیں جو ان میں قلبی ہیجان اور جذبات کو برانگیختہ کرنے کا زیادہ ماہر ہوتا ہے اور یہ سب کچھ وہ نفسانی خواہشات کے لیے کرتے ہیں، ان امور میں آفات کے سمندر ہیں اور پھر یہ لوگ اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ مزید خطرناک آفات والے کام بھی کرنے لگتے ہیں اور وہ یہ کہ غنا کرنے والا نوجوان، خوبصورت، اچھی آواز اور جاذب نظر وضع قطع کا حامل تلاش کرتے ہیں، جو غنا کرتا ہے اور اپنی آواز و انداز میں لچک پیدا کرتا ہے تو اس کے ساتھ موجود مرد و عورت بھی فتنے میں پڑ جاتے ہیں جس سے ہر فریق میں فتنہ جڑ پکڑ لیتا ہے اور پھر ایسے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کا شمار نہیں، ان مفاسد کے زد میں بہت سے میاں بیوی کے معاملات بھی متاثر ہوتے ہیں جس سے بسا اوقات ان کا مابین فراق و جدائی کی نوبت آجاتی ہے جو اُن کے شیرازے کو الگ کر کے ہی ختم ہوتی ہے۔

اور یہ تمام مفاسد اسی وجہ سے ہوتے ہیں جب کہ میلاد شریف میں سماع وغیرہ کو شامل کیا جائے لیکن اگر میلاد شریف ایسے امور سے خالی ہو اور اس[110] کی نیت سے کھانا کھلایا جائے اور مذکورہ بالا باتوں سے بچتے ہوئے بھائیوں کو بلایا جائے تو اس نیت کے اعتبار سے یہ ایک الگ بدعت ہے اور بس! کیونکہ یہ دین میں ایک نئی شئی ہے اور صالحین کرام میں سے کسی سے منقول نہیں اور اپنے بزرگوں کی اتباع زیادہ بہتر ہے تو سلف صالحین میں کسی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے میلاد کی ایسی نیت کی تھی اور ہم بھی انہیں کی اتباع کرتے ہیں اور ہمارے لیے بھی اتنی ہی وسعت ہے جتنی ان کے لیے تھی۔[112/111]

تو ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے:

کہ انہوں نے میلاد النبی کی مذمت نہیں کی بلکہ اس میں پائے جانے والے حرام وناپسند امور کی مذمت کی ہے اور ان کا پہلا کلام اس بات میں صریح ہے کہ اس مقدس مہینے کو نیکی وبھلائی والے کاموں اور صدقات وغیرہ کی کثرت کے ساتھ خاص کیا جائے اور ایسی ہی محافل میلاد کی ہم نے بھی تحسین کی ہے جس میں تلاوت قرآن اور کھانا کھلانے اور دیگر نیکی وبھلائی والے امور کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

باقی رہا ان کا اخیر میں اسے بدعت قرار دینا۔۔۔ یا تو یہ ان کے اپنے ہی کلام سابق کے خلاف ہے یا پھر اس سے مراد "بدعت حسنہ" ہے جیسا کہ کتاب

110۔ میلاد۔

111۔ امام ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

112۔ المدخل لامام ابن الحاج، ج ۲، ص ۲ الی ۳۲۔

ہذا کی ابتداء میں کلام گزر چکا۔۔۔ یا اس پر محمول گا کہ یہ اعمال تو اچھے ہیں البتہ میلاد کی نیت بدعت ہے جیسا کہ ان کا کہنا "فَهُوَ بِدْعَةٌ بِنَفْسِ نِيَّتِهِ" اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔۔۔ الخ

ان کا یہ کہنا کہ۔۔۔ **"سلف صالحین میں کسی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے میلاد کی ایسی نیت کی تھی"**۔۔۔ الخ

تو ان کے کلام کا ظاہر اس بات کا تقاضہ کر رہا ہے کہ وہ ان اعمال کے ساتھ صرف میلاد کی نیت کرنے کو ناپسند جانتے ہیں، کھانا کھلانے اور لوگوں کو بلانے کو ناپسند نہیں جانتے، لہٰذا اگر تحقیقی نظر سے دیکھا تو ان کا یہ کلام اپنے ہی ماقبل کلام سے میل نہیں کھاتا جس میں وہ اس مقدس مہینے میں حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت سے نیکی وبھلائی اور اظہار تشکر کرنے کی جانب برانگیختہ کر رہے تھے اور میلاد النبی کی نیت یہی تو ہے پھر بھلا پہلے ترغیب دلانے کے بعد وہ اس کی مذمت کیوں کرنے لگے۔؟

اور بلانیت نیکی وبھلائی کے اعمال کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا پس اگر بلانیت ایسے اعمال کر بھی لیے گئے تو نہ ہی یہ اعمال عبادت قرار پائیں گے اور نہ ہی ان پر کوئی ثواب ہوگا کیونکہ اعمال نیت کی وجہ سے ہی قابل اجر وثواب ہوتے ہیں اور میلاد شریف کی نیت اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اس ماہ ربیع الاوّل میں پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تو یہ نیت بلاشبہ قابل تحسین ہے۔

[113] ابن الحاج[114] نے مزید لکھا ہے:

کچھ لوگ تعظیم کی وجہ سے میلاد شریف نہیں کرتے بلکہ ان کا لوگوں کے پاس کچھ پیسہ ہوتا ہے جسے انہوں نے خوشی وغیرہ کے مواقع پر انہیں دیا ہوتا ہے اور یہ اسے واپس لینا چاہتے ہیں لیکن بذات خود مانگتے ہوئے شرم آتی ہے تو اس سے بچنے کے لیے یہ میلاد شریف کرتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں کے پاس گیا ہوا مال واپس ہاتھ لگ جائے تو اس میں کتنی برائیاں ہیں، من جملہ یہ کہ انسان نفاق کی صفت سے موصوف ہونے لگتا ہے اور وہ یوں کہ وہ شخص اپنے اندر موجود امور کے بر خلاف ظاہر کرتا ہے کیونکہ ظاہری حالت کا تقاضہ تو یہی نظر آتا ہے کہ اس نے میلاد شریف کے ذریعہ اُخروی برکات کا ارادہ کیا ہے لیکن باطنی طور پر اس نے لوگوں سے مال لینے کا ارادہ کرر کھا ہے۔

اور بعض لوگ صرف پیسہ جمع کرنے یا لوگوں کے تعریفی کلمات کی خواہش میں میلاد شریف کرتے ہیں تو اس میں بھی بہت سی برائیاں ہیں جو اہل نظر پر پوشیدہ نہیں۔[115/116]

یہ تمام باتیں بھی ما قبل کی طرح صرف اس نیت صالحہ کے نہ ہونے کی مذمت کرتی ہیں، میلاد شریف کی مذمت ہر گز نہیں کر رہیں۔

113۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد۔
114۔ عبدری مالکی فاسی متوفی ۷۳۷ھ۔
115۔ امام ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔
116۔ المدخل لامام ابن الحاج، ج ۲، ص ۲ الی ۳۲۔



شیخ الاسلام حافظ العصر[117] ابو الفضل احمد بن حجر[118] سے میلاد شریف کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواباً فرمایا:

میلاد شریف اصل کے اعتبار سے ایک ایسی بدعت ہے جو قرونِ ثلاثہ کے سلف صالحین میں کسی سے منقول نہیں لیکن بایں ہمہ یہ چند اچھے اور برے بہر دو پہلوؤں پر مشتمل ہے پس جو اچھائیوں کو اپنائے اور برائیوں سے بچے تو اس کے حق میں یہ **"بدعت حسنہ"** ہے وگرنہ **"بدعت سیئہ"**۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

مجھے صحیحین[119] کی حدیث سے اس[120] کی اساسی دلیل ملی ہے جو اس کا ثبوت پیش کرتی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا هُوَ يَوْمٌ أَغْرَقَ اللهُ سُبْحَانَهُ فِيْهِ فِرْعَوْنَ وَنَجَّى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ شُكْرًا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی یوم عاشوراء[121] کا روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے اُن سے اِس بارے

117۔ امام شہاب الدین۔
118۔ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔
119۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم۔
120۔ میلاد۔
121۔ دس محرم۔

میں پوچھا تو انہوں نے عرض کی، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تو ہم اللہ تعالیٰ ﷺ کے شکر کے طور پر اِس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔[122]

اس روایت کی رُو سے معلوم ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کے حصول یا کسی مصیبت کے دفع کیے جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا جاتا ہے اور اس اظہار تشکر کو اس دن میں ہر سال کیا جا سکتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا شکر عبادات کی مختلف صورتوں مثلاً سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت وغیرہ سے ادا کیا جاتا ہے تو نبی الرحمہ ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری والے دن کی نعمت سے بڑھ کر بھلا کون سی نعمت ہو سکتی ہے۔؟

اسی لیے میلاد شریف والے دن کو اہتمام کے ساتھ منایا جانا چاہیے تاکہ عاشوراء کے دن موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے ساتھ اس کی مطابقت بھی ہو جائے۔

کچھ لوگ اس قید کو ملاحظہ نہیں کرتے بلکہ میلاد شریف کے مہینے میں کسی بھی دن میں میلاد کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ بعض حضرات تو اس سے بھی بڑھ کر پورے سال میں ہر روز میلاد شریف کی مناسبت سے مناتے ہیں تو اس میں جو بھلائی ہے سو ہے اور یہ تمام امور میلاد شریف کی حقیقت یعنی اظہار تشکر کے عکاس ہوتے ہیں۔

122۔ صحیح بخاری: کتاب الصیام: باب: صیام یوم عاشوراء: ص: ۴۸۰: رقم: ۲۰۰۴: مسلم شریف: کتاب الصیام: باب صوم یوم عاشوراء: ص: ۵۰۴: رقم: ۱۲۸/۱۲۷: مسند احمد: ج: ۴: ص: ۳۹۳: رقم: ۲۶۴۴: المصنّف لعبد الرزاق: ج: ۴: ص: ۲۸۸: رقم: ۷۸۴۳: سنن ابن ماجۃ: کتاب الصیام: باب صیام یوم عاشوراء: ص: ۳۰۲: رقم: ۱۷۳۴: معجم الکبیر للطبرانی: ج: ۱۲: ص: ۲۴: رقم: ۱۲۳۶۲۔

بہرحال جہاں تک میلاد شریف میں کیے جانے والے اعمال کا تعلق ہے تو اس میں چاہیے کہ صرف ان ہی اعمال پر انحصار کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کا شکر واضح ہو تا ہو مثلاً تلاوت، کھانا کھلانا، صدقہ وخیرات، نعت رسول ﷺ اور ایسی تصوفانہ باتیں جن سے دلوں میں بھلائی کے امور اور آخرت کے لیے اعمال کرنے کا شوق پیدا ہو۔

باقی رہے سماع ولہو وغیرہ امور تو ان میں سے جو مباح ہیں اور اس دن کی خوشی و مسرت میں اضافے کا باعث ہیں تو انہیں بھی کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جن صورتوں میں یہ حرام اور مکروہ ہیں تو انہیں بالکل ممنوع قرار دیا جائے گا اسی طرح خلاف اولیٰ امور کا بھی یہی حکم ہے۔[123]

میں[124] کہتا ہوں:

مجھے میلاد شریف کی ایک اور اساسی دلیل معلوم ہوئی جسے امام بیہقی نے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ[125]

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ ادا فرمایا۔

حالانکہ مروی ہے کہ آپ ﷺ کے دادا حضرت سیّدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کی طرف سے عقیقہ ادا کر دیا تھا اور اصول[126] یہ ہے کہ عقیقہ دوبارہ ادا نہیں کیا جاتا۔

123۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔
124۔ امام جلال الدین سیوطی۔
125۔ سنن کبریٰ للبیہقی، ۱۴/۲۵۳، رقم ۱۹۸۱۳، معجم الاوسط للطبرانی، رقم ۹۹۳، مسند بزار، ۲/۷۴۔
126۔ شرعی۔

تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے رحمۃ للعالمین ﷺ ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور امت کے لیے شرعی دلیل واضح کرنے کے لیے ایسا فرمایا تھا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ خود پر بھی دُرود پڑھا کرتے تھے، لہٰذا ہمارے لیے بھی مستحب ہے کہ میلاد شریف کے دن لوگوں کو اکٹھا کریں، کھانا کھلائیں اور اسی طرح کے دیگر نیکی و بھلائی والے کام کریں۔

میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانے پر انعام

میں نے امام القراء حافظ شمس الدین[127] ابن الجزری[128] کی تحریر دیکھی انہوں نے اپنی کتاب ”عرف التعریف بالمولد الشریف“ میں لکھا:

مرنے کے بعد کسی شخص نے ابو لہب کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگا آگ میں ہوں البتہ ہر پیر کے دن اس عذاب میں کمی ہو جاتی ہے اور اپنی ان انگلیوں کے درمیان سے کچھ پانی چوسنے کو مل جاتا ہے یہ کہتے ہوئے اس نے انگلیوں کے پوروں کی جانب اشارہ کیا اور کہا یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری دینے کی وجہ سے میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اور اسے رضاعت کے لیے کہا تھا۔

پس جب اُس کافر ابو لہب کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں صریح مذمت نازل ہوئی ہے اور اس کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر اس کے عذاب میں ہر پیر کے روز کمی کر دی جاتی ہے تو

127۔ محمد بن عبد اللہ۔

128۔ شافعی متوفی ۶۶۰ھ۔

میلاد محبوب ﷺ

پھر اُس مسرور[129] اُمتی کا کیا حال ہو گا جو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں خرچ کرے، مجھے اپنی عمر کی قسم! بیشک اس کی جزا ربّ کریم جل جلالہ ضرور دے گا اور اپنے فضل کریم سے اسے جنت نعیم میں داخل کرے گا۔

[130]حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی[131] اپنی کتاب ”مورد الصادی فی مولد الہادی“ میں لکھتے ہیں:

یہ روایت صحیح ہے کہ میلاد النبی کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہر پیر کے روز ابو لہب کے آگ کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے پھر اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے:

إِذَا كَانَ هَـذَا كَافِـرًا جَـاءَ ذَمُّـهُ   وَتَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيمِ مُخَلَّدَا

أَتَى أَنَّـهُ فِي يَوْمِ الاثْنَيْنِ دَائِمًا   يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسُّرُورِ بِأَحْمَدَا

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِي طُولَ عُمْرُهُ   بِأَحْمَدَ مَسْرُورًا وَمَاتَ مُوَحِّدَا

ترجمہ: جب وہ کافر جس کی مذمت قرآن میں آئی کہ اس کے ہاتھ ہمیشہ کے لیے نار جہنم میں تباہ ہو جائیں ایسے کے لیے بھی میلاد النبی پر مسرت کے ظاہر کرنے کی وجہ سے ہر پیر کے دن عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے تو بھلا اس مسلمان بندے کا کیا مقام ہو گا جس نے ساری زندگی حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں گزاری اور پھر توحید کی حالت میں مرا۔

129۔ مؤمن و مسلمان۔

130۔ امام الحدیث۔

131۔ شافعی متوفی ۸۴۲ھ۔

میلاد النبی ﷺ کے دن چھٹی

[132]کمال الدین ادفوی[133] نے کتاب ''الطالع السعید'' میں لکھا ہے:

ان کے قابل اعتماد دوست ناصر الدین محمود بن عماد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی جو کہ علمائے کاملین میں سے تھے ''قُوْص''[134] تشریف لائے اور میلاد النبی کے روز ایک مدرسے کے پاس سے گذرے تو فرمانے لگے:

اے فقیہ! یہ تو خوشی کا دن ہے آج بچوں کو چھٹی دے دو۔ لہٰذا انہوں نے بچوں کو چھٹی دے دی تو یہ ان کے عدم انکار پر دلالت کرنے والا فعل ہے اور یہ مالکی عالم دین دار، فقیہ، ماہر فنون اور زاہد شخصیت کے حامل تھے، ان سے ابوحیان اور دیگر اکابر ائمہ نے اکتساب علم کیا اور ان کا وصال ۶۹۵ھ میں ہوا۔



[135]ابن الحاج[136] نے فرمایا:

اگر کہا جائے کہ ربیع الاوّل اور پھر پیر ہی کے دن میلاد النبی کو رکھنے میں بھلا کیا حکمت پوشیدہ ہے، اسے رمضان المبارک ''جس میں اللہ تعالی نے قرآن پاک کو نازل کیا اور لیلۃ القدر کو اس میں رکھا''۔۔۔یا اشہر حرم۔۔۔ یا پندرہ

132۔ امام و مؤرخ ابوالفضل جعفر بن تغلب۔

133۔ متوفی ۷۴۸ھ۔

134۔ مضافات مصر میں ایک معروف شہر۔

135۔ امام ابوعبداللہ محمد بن محمد۔

136۔ عبدری مالکی فاسی متوفی ۷۳۷ھ۔

شعبان۔۔۔یا جمعہ کے شب و روز میں کیوں نہیں رکھا گیا۔؟

تو اس کے جواب کی چار صورتیں ہیں:

﴿۱﴾ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی نے درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا تو اس میں تنبیہ ہو رہی ہے کہ اس میں اللہ تعالی نے غذا، رزق، پھل اور دیگر قابل قدر اشیاء جو بنی آدم کی تقویت اور ان کے نفوس کی خوشی کا باعث تھیں پیدا فرمائی[137]۔

﴿۲﴾ رَبِیْعٌ[138] کے لفظ میں اس کے اشتقاقی طور پر موجود نیک شگون کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لیے ابوعبدالرحمن الصقلی نے کہا: ہر انسان کے لیے اس کے نام میں سے حصہ مقرر ہے۔

﴿۳﴾ رَبِیْعٌ کا موسم دیگر موسموں کی نسبت معتدل و خوشگوار ہوتا ہے اسے طرح حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت بھی دیگر تمام شریعتوں کی نسبت معتدل و آسان ہے۔

﴿۴﴾ حکیم سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ ان لمحات کو مشرف کرنے کا ارادہ فرمایا پس اگر آپ ﷺ مذکورہ بالا اوقات[139] میں سے کسی میں پیدا ہوتے تو گمان ہو سکتا تھا کہ ان لمحات کی وجہ سے آپ ﷺ کو فضیلت ملی ہے۔[140]

تم الکتاب وللہ الحمد والمنۃ

137۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ جو بنی آدم کی تسکین قلبی کا باعث ہیں انہیں بھی اسی دن دنیا میں بھیجا گیا۔

138۔ موسم بہار۔

139۔ رمضان، اشہر حرم، جمعہ وغیرہ۔

140۔ المدخل لامام ابن الحاج، ج۲، ص۲۷/۲۶۔



اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی عطا کردہ توفیق اور محبوب دوعالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نگاہ عنایت سے اس رسالہ مبارکہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔

وللہ الحمد و المنۃ و الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

آج بروز ہفتہ ۱۰ ذوالحج ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۲-۱۰-۲۷ "عید الاضحیٰ" بعد نماز عید 11:45 پر ترجمہ مکمل ہوا۔ آج کا دن میری پیدائش کا دن بھی ہے، اللہ تعالی اپنے محبوب محمد مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ولادت سے متعلق اس کتاب کی خدمت کرنے کے صلہ وانعام میں مجھے زندگی وبعد زندگی ایمان وعافیت اور سکون وراحت نصیب فرمائے اور اسے میرے اور جملہ امت محمدیہ کے لیے توشہ نجات ومغفرت اور نوید رحمت وعنایت بنائے۔

اللھم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو محمد

اعجاز احمد بن بشیر احمد بن محمد شفیع

غفر لہ ولھم واحسن الیہ والیھم

۲۰۱۲-۱۰-۲۷ - بمطابق ۱۰ ذوالحج ۱۴۳۳ھ

مأخذ و مراجع

۱	بخاری شریف	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م: ۲۵۶ھ)	دار ابن کثیر، بیروت
۲	مسلم شریف	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری (م: ۲۶۱ھ)	دار طیبہ، ریاض (۱۴۲۶ھ)
۳	ابن ماجہ شریف	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید قروینی (م: ۲۷۳ھ)	دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت
۴	سنن کبریٰ	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب (م: ۳۰۳ھ)	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت
۵	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد (م: ۲۳۵ھ)	مکتبۃ الرشد، ریاض (۱۴۲۵ھ)
۶	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (م: ۲۴۱ھ)	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت (۱۴۱۶ھ
۷	المصنّف	امام ابو بکر عبد الرزاق صنعانی (م: ۲۱۱ھ)	مجلس العلمی، بیروت
۸	مسند بزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو البزار (م: ۲۹۴ھ)	مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ
۹	معجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان طبرانی (م: ۳۶۰ھ)	مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرہ
۱۰	معجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان طبرانی (م: ۳۶۰ھ)	دار الحرمین، مصر (۱۴۱۵ھ)
۱۱	سنن کبریٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م: ۴۵۸ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۲	مناقب الشافعی	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م: ۴۵۸ھ)	مکتبہ دار التراث، قاہرہ
۱۳	تہذیب الاسماء	امام ابو زکریا محی الدین نووی (م: ۶۸۶ھ)	ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، بیروت
۱۴	البدایہ والنہایہ	امام عماد الدین ابن کثیر دمشقی (م: ۷۷۴ھ)	مرکز ہجر للبحوث والدراسات، مصر
۱۵	القواعد الکبری	امام عز الدین بن عبد السلام (م: ۶۶۰ھ)	دار القلم بیروت
۱۶	مرآۃ الزمان	امام ابو المظفر سبط ابن الجوزی (م: ۶۵۴ھ)	دار الشروق، مصر ۱۴۰۵ھ
۱۷	کنز العمال	امام علاء الدین علی متقی ہندی (م: ۹۷۵ھ)	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت
۱۸	لطائف المعارف	امام ابو الفرج ابن رجب حنبلی (م: ۷۹۵ھ)	دار ابن کثیر، بیروت
۱۹	المدخل	امام ابو عبد اللہ المالکی الفاسی (م: ۷۳۷ھ)	مکتبہ دار التراث، قاہرہ